Al-Aẕvā ***الاضواء***
ISSN 2415-0444; E- ISSN 1995-7904
Volume 50, Issue, 33, 2019
Published by Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of the Punjab, Lahore, 54590 Pakistan.

تکثیری سماج میں بین المذاہب تعلقات کاجائزہ،سیرت نبویؐ کی روشنی میں

Interfaith relations in the Pluralistic society, in the light of Sīrah

سید باچاآغا*

Abstract:

We Live in a Global and Pluralistic Society Where Faith Traditions, Religious, Spiritualties Collide. We Need to Engage in the Space between our Faith Tradition, so that Rather than Colliding and Fighting, there can be Peace. Making peace is a matter of individual and institutional choice, as well as of individual and institutional change. Thus, peace requires a sense of inner conversion (metanoia) a change in policies and practices. Peacemaking ultimately requires commitment, courage and sacrifice. It demands of us a willingness to become people and communities of transformation. Islam proved that Muslims and non-Muslims are all equal as human beings and are equal in human compassion and relationship. The teaching and instructions given by Islam with regard to mutual respect and moral excellence are primarily meant for Muslims; however, non-Muslims are also included in it. The Holy Prophet Muhammad (SAW) taught his followers high morals and considerate in dealing with others. The Holy Prophet Muhammad (SAW) gave ideas concerning human rights, collective justice, tolerance, and mutual peaceful existence in the international relations. This article explains deeply about the interfaith relations in the Pluralistic society according to Islamic thoughts and Seerah.

Key words: Interfaith relations, Pluralistic society, Sīrah and contemporary social challenges.

آج دنیا ایک گلوبل ولیج کی حیثیت اختیارکرچکی ہے،دنیا کے بیش تر ممالک میں مخلوط آبادیاں ہیں،ہر مسلمان ملک میں لاکھوں کی تعداد میں غیر مسلم رہتے ہیں، اسی طرح ہر غیر مسلم ملک میں بھی لاکھوں مسلمان بستے ہیں۔تقریباً ہر مسلمان کا کوئی نہ کوئی غیر مسلم ہمسایہ موجود ہوتا ہے۔ان کےدرمیان مذہبی عقائد، مادی افکار و نظریات، تہذیب و

*اسسٹنٹ پروفیسر،شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج،سریاب روڈ،کوئٹہ،پاکستان

معاشرت کا اختلاف ہے اور کہیں مادری زبان کا فرق بھی پایا جاتا ہے، اس کے باوجود وہ ایک تکثیری سماج کا حصہ ہیں۔ اس پہلو سے ان کےمشترک مسائل بھی ہیں اور ان مسائل پر قابو پانے کے لیےتکثیری معاشرےمشترکہ جدوجہد کا تقاضا کرتے ہیں۔اب سوال یہ ہےکہ غیرمسلموں سے ہمارا تعلقِ کار (Working Relationship) کیا ہونا چاہیے؟ کیاسارےغیرمسلم ہمارے بالفعل (Potential)دشمن ہیں؟ کیا ان میں سے کسی سے دوستی کا تعلق نہیں رکھا جاسکتا؟ کیا ہر غیر مسلم ملک بھی ہمارا دشمن ہے، یا اس سے پرامن بقائے باہمی کا تعلق رکھا جاسکتا ہے؟اسلام مسلمانوں کو کسی غیرمسلم سے سماجی تعلقات رکھنے اور ان کےساتھ لین دین سےنہیں روکتا،اسی طرح خوشی وغم کےاظہار کےلیےمذہب یا رنگ و نسل کی بھی کوئی تفریق نہیں کرتا ہے۔اسلام انسانیت کے احترام کادرس دیتا ہےاوربحیثیت انسان ہر فرداحترام کا حقدار اورمستحق ہے چاہے وہ جس مذہب ، رنگ ونسل سے تعلق رکھتا ہو۔بد قسمتی سےمسالک اور فرقوں کی آپس میں جنگ وجدل اور بحث ومناظروں نے عام مسلمانوں کے ذہنوں سے اسلام کی وسعت نظری کو اوجھل کر دیا ہے۔ شیطانی ذہن رکھنے والوں نے یہ پروپیگنڈا مہم کے طور پر جاری کردیا کہ اسلام اپنے ماننے والوں کے علاوہ دوسروں کو موجبِ گردن زدنی قرار دیتا ہے اور اس میں مذہبی رواداری اور وسعت نہیں پائی جاتی۔یہ پروپیگنڈا کیا ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کے علاوہ دوسروں کو موجبِ گردن زدنی قرار دیتا ہے اور اس میں مذہبی رواداری اور توسّع نہیں پایا جاتا۔ وہ مسلمانوں کو دوسروں سے الگ تھلگ رہنے کی تاکید کرتا ہے، ان کو انفرادیت پسندی سکھاتا ہے اور کسی غیر مسلم کی خوشی وغمی میں شرکت سے اجتناب کرتے اور اظہار ہمدری کو حرام سمجھتے ہیں۔ یہ تصور یا تو سراسر غلط فہمی کے سبب ہے یا پھر بددیانتی کے سبب پھیلا دیا گیا ہے۔

لیکن ہاں اسلام اتنابھی آزاد نہیں چھوڑتا جیسے کہ موجودہ مادہ پرست تہذیب نے اباحیت کو اس قدر فروغ دیا ہے کہ انسان اپنی جنسی ونفسانی خواہش کی تکمیل کیلئے کوئی بھی بندش گوارا نہیں کرنا چاہتا، ہر طرف مذہبی ہم آہنگی کے نام پر رسوم غیر کی اپنائیت اوربے حیائی و عریانی کی فضا ہےجس کا نتیجہ انتشار اور تباہی ہے۔مذاہب کے درمیان ایک قدر مشترک اخلاقیات ہے،صداقت و راست گوئی، عفت و عصمت، دیانت و امانت، باہمی اُلفت و محبت، رشتوں کا احترام، ہمدردی اور ان کی خبر گیری، تعصب او ر فرت سے اجتناب، کسی کے حق پر دست درازی اورظلم و زیادتی کا خاتمہ، اس طرح کی اخلاقیات کی اہمیت تمام مذاہب تسلیم کرتے ہیں اور ان کے مخالف رویّے کو صحیح نہیں سمجھتے۔اسلام معاشرے میں اخلاق کو فروغ دینا چاہتا ہے، اس

کیلئےاس کا اپنا ایک طریقہ اور لائحۂ عمل بھی ہے، لیکن اس کے ساتھ اخلاق کو عام کرنے کی جو کوشش ہو اس میں وہ اپنے اصول کے تحت شریک ہوسکتا ہے۔ مذاہب کے ماننے والوں کو وہ نجی زندگی میں اپنی شریعت پر عمل کی اجازت دیتا ہے، لیکن اپنے دائرۂ اختیار میں آخری شریعت کو نافذ کرتا ہے:

﴿ثُمَّ جَعَلْنٰکَ عَلٰی شَرِیعَۃٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلاَ تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ لاَ یَعْلَمُوْنَ﴾[1]۔

(اے نبیؐ!) ہم نے آپ کو دین کے معاملے میں ایک شریعت دے دی۔آپ اس کی اتباع کریں اور ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلیں جو جانتے نہیں ہیں۔

جس سماج میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہوں، ان کا آپس میں ملنا جلنا، ایک دوسرے کی مدد کرنا اور ان کی خوشی اور غم میں شریک ہونا، دینی نقطہ نظر سے پسندیدہ ہے۔ مذاہب کا اختلاف اپنی جگہ، ہر شخص تنہا بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوگا اور اس سے اس کے عقائد و اعمال کی جواب دہی ہوگی۔ مسلمانوں کے لیے سماج میں رہنے والے تمام انسانوں سے انسانی اور سماجی تعلقات رکھنا مطلوب ہے۔دوسری طرف ان سے یہ بھی مطلوب ہے کہ وہ عقائد اور عبادات کے معاملے میں کسی طرح کی مداہنت یا مشابہت قبول نہ کریں اور ابہام و اشتباہ سے حتّی الامکان بچنے کی کوشش کریں۔اہل علم اور فقہائے کرام نےغیرمسلموں کے ساتھ تعلقات کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

1:موالات: اس سے مرادقلبی اور دلی محبت ہے، یہ صرف ہم عقیدہ لوگوں 'اہلِ اسلام'کے ساتھ جائز ہے، کفار و مشرکین سے رازدارانہ تعلق،قلبی محبت اور ان کا ایسا احترام کہ جس سے کفر کا احترام لازم آئے، جائز نہیں۔قرآن کریم نے اسلام اور مسلموں کو نقصان پہنچانے والے غیرمسلموں سے قریبی روابط اور راز دارانہ تعلقات نہ رکھنے کا حکم دیاہےیعنی صرف ان غیرمسلموں سےتعلقات رکھنے سے منع کیاہےجومسلمانوں کے دشمن ہوں،ان پرظلم وزیادتی کرتے ہوں اور اسلامی ریاست کے خلاف سازشوں میں مصروف ہوں،ارشاد خداوندی ہے کہ:

﴿یٰاَیُّهَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوْا الیَهُوْدَ وَالنَصَارٰیٰ اَولیَاء بَعْضُهُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ﴾[2]۔

اے ایمان والو یہود اور نصاریٰ کو اپنا دوست مت بناؤ ،یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

یہاںصرف اُنہی غیرمسلموں کی طرف اشارہ ہے جن کی اسلام دشمنی بالکل واضح ہوچکی ہے،اس کی وجہ یہ ہے کہ اس آیت کے بعد آگے یہ بتایاگیاہےکہ:

﴿یٰاَیُّهَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوْا الَّذِینَ اتَّخَذُوا دِینَکُمْ هُزواً وَّلَعِباً مِّنَ الَّذِیْنَ اُوتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَالْکُفَّارَ اَوْلِیاَءَ﴾[3]۔

اے ایمان والو! دوست مت بناؤ ان لوگوں کوجن کو تم سے پہلے کتاب دیاگیاتھااور مشرکین کو جنہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنایا۔

یہود ونصاریٰ کے نام سے پہلے ''الف لام''کا لاحقہ آیاہے،جس سےیہ اسم معرفہ (Proper Noun) بن گیاہے۔چنانچہ اس سےمراد یہودونصاریٰ کاایک مخصوص گروہ ہے۔اس سےمعلوم ہوتاہےکہ یہ وہ اہلِ کتاب تھےجومسلمانوں سےبرسرجنگ تھےمسلمانوں کےخلاف سازشیں کرتے تھے اور اسلام کا مذاق اڑاتے تھے۔ یقیناًایسے اہلِ کتاب سے دوستی ایک بڑا جرم ہے۔

2:مواسات: اس کےمعنیٰ ہمدردی،خیرخواہی اورفع رسانی کےہیں،ایسےغیرمسلم جواہلِ اسلام سے برسرِپیکارنہیں توان سےبہترروابط رکھنے اوران کےساتھ حسن سلوک کرنےسےکہیں منع نہیں کیاگیا ہے، وہ ہماری ہمدردی اورخیرخواہی کےمستحق ہیں۔ اس کی وضاحت یوں کی گئی ہےکہ:

﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾[4]۔

اللہ تمہیں اس بات سےمنع نہیں فرماتا کہ جن لوگوں نےتم سےدین(کےبارے)میں جنگ نہیں کی اورنہ تمہیں تمہارےگھروں سےنکالا ہےکہ تم ان سے بھلائی کا سلوک کرو اور اُن سے عدل و انصاف کا برتاؤ کرو، بیشک اللہ عدل و انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

نبی کریمﷺکی حیاتِ طیبہ غیرمسلموں سےمحبت، احترام اور رواداری سے بھری پڑی ہے۔عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ:

قَالَ كَانَ سَهْل بِنْ حَنِيْف وَقَيْس بِن سَعْد قَاعِدِيْنَ بِالْقَادِسِيَّةِ فَمَرَوُّا عَلَيْهِمَا (عَلَيْهِمْ) بِجَنَازَةِ فَقَامَا فَقِيْلَ لَهُمَا إِنَّهَا مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ أَيْ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ فَقَالَا إِنَّ النَّبِي مَرَّتْ بِه جَنَازَةَ فَقَامَ فَقِيْلَ لَه إِنَّهَا جَنَازَة يَهُوْدِي فَقَالَ أَلَيْسَتْ نَفْسًا؟[5]

سہل بن حُنَیف اورقیس بن سعد قادسیہ کے مقام پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو وہ دونوں کھڑے ہوگئے جب ان کو بتایا گیا کہ یہ ذمیوں میں سے ہے تو ان دونوں نے کہا کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺکےپاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپ (احتراماً) کھڑے ہوگئے۔آپؐ کو بتایا گیا کہ یہ تو ایک یہودی کا جنازہ تھا اس پر رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ اَلَیسَت نَفسًا کیا وہ انسان نہیں تھا؟

کسی اسلامی معاشرے میں غیرمسلموں سےظلم اور ناانصافی کاتصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ پیغمبر اسلامﷺ نےخوداپنےآپ کوغیرمسلموں کےحقوق

کےمحافظ قراردیکران کےمعاشرتی تحفظ کی ضمانت دی ہے۔آپ کا فرمان ہے:

ألا مَن ظَلَمَ مُعَاهِداً وَانتَقَصَه،وَ كَلَّفَه فَوقَ طَاقَتِه وَأخَذَ مِنه شَيئًا بِغَيرِطِيبِ نَفسِ فَأنَا حجِيجِه يَومَ القِيٰمَةِ[6]۔

جس نے کسی معاہدپر ظلم کیا، یا اس پر ضرورت سے زیادہ بوجھ ڈالا تو قیامت کے روز میں اس غیرمسلم کےحقوق کیلئےاس سے لڑونگا۔

ایسے لوگوں سےحسن سلوک اور ہمدردی وغم خواری میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ وہ اسلام اورمسلمانوں کے حسن اخلاق سے متاثر ہوں گے اور آپسی فاصلہ کم ہوگا۔

3:مدارات: اس سےمراد ظاہری خوش خلقی اور ادب و احترام ہے۔یہ تمام غیرمسلموں کےساتھ جائز ہے، خاص طورپر جب اس سےمقصد دینی نفع رسانی، اسلام کی دعوت، اسلامی اخلاق و برتاؤ پیش کرنا ہو یا وہ ہمارے مہمان ہوں اور مہمانوں کا احترام بہر حال لازم ہے۔

دعوتِ دین کی خاطر غیرمسلم سے دوستی کرنا اور اس سے خوش اخلاقی سے پیش آنا جائز ہے، تاہم اس سلسلے میں اس بات کو یقینی بنانا ازحد ضروری ہے کہ آپ کا اسلامی امتیاز ہمہ وقت برقرار رہے اور عقائد یا دینی مسائل میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہ ہو۔ کسی بھی مسلمان کو رواداری کے نام پر ذرہ برابر دین کے معاملے میں رد و بدل اور ترمیم کی اجازت نہیں ہے۔

غیر مسلموں کی تقریبات میں شرکت:

غیر مسلموں کی تقریبات میں شرکت کے کیا حدود ہیں؟اسےمتعین کرنے کی ضرورت ہے۔واضح رہے کہ تقریبات دو طرح کی ہوتی ہیں:

1: سماجی،غیر مذہبی،مثلاً شادی بیاہ،ولادت، ملازمت ملنے کی خوشی میں پارٹی،کسی کی وفات، یا سماج کے افراد کے یکجا ہونے کا کوئی اور موقع۔

2: خالص مذہبی،جن میں کسی مخصوص مذہب کےمراسم ادا کیے جاتے ہیں۔

مسلمانوں کے لیےغیر مسلموں کی سماجی تقریبات میں شرکت جائز، جبکہ مذہبی تقریبات میں شرکت ناجائز ہے۔

تکثیری سماج میں رہنے والے مختلف مذاہب کے پیروکار فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو فروغ دینے کے مقصد سے اپنی تقریبات میں دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو مدعو کرنے لگے ہیں،مسلمان عید ملن پارٹی میں، ہندو دیوالی، دسہرا کے فنکشن میں اور عیسائی کرسمس کی تقریب میں دیگر مذاہب کے لوگوں کو بلاتے ہیں۔یہ تقریبات اب خالص مذہبی نہیں رہ گئی ہیں،بلکہ ان میں مذہبی اور سماجی دونوں پہلو پائے جاتے ہیں کیونکہ بعض تقریبات ایسے ہوتے ہیں کہ سماجی اور مذہبی خانوں میں الگ الگ کرنا ممکن نہیں ہوتا یعنی

غیرمسلم اپنی سماجی تقریبات میں مذہبی مراسم بھی انجام دیتے ہیں اور مذہبی تقریبات کو سماجی رنگ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ایسی تقریبات، جن پر مذہبی رنگ غالب ہو،ایک مسلمان کےلیے ان میں شرکت نہ کرنا اَولی ہے،لیکن اگر مذہبی رنگ غالب نہ ہو تو وہ شریک ہوسکتا ہے،البتہ مراسمِ عبادت کی مخصوص مجلس سے دور رہناہوگا۔لہٰذاایسی تقریبات میں اگر کوئی مسلمان خیر سگالی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کےجذبے سے،سماجی تعلقات بڑھانے کے ارادے سے،یا دعوتی مقصد سے شرکت کرنا چاہے تو کرسکتا ہے،لیکن اسے اس موقع پر ان کاموں میں شریک ہونے سے بچنا چاہیے جن کا مذہبی رنگ ہو، دوسروں کی تقریبات میں ہمیں اپنی شرائط پر شرکت کرنی چاہیے، نہ کہ ہم ان میں جا کر بغیر حدود کی رعایت کیے ہر وہ کام کرنے لگیں جو دوسرے ہم سے کروانا چاہتے ہیں۔اس سلسلےرسول اللہ ﷺکے اس ارشاد کو ہمیں اپنے لیے مشعل راہ بنانا چاہیے،آپؐ کا ارشاد ہےکہ:

اَلحَلَالُ بَیِّن وَالحَرَامُ بَیِّن وَبَینَہُمُا مَشتَبِہَات لَا یَعلَمُہَا کَثِیر مِّنَ النَّاسِ فَمَن اِتَّقیٰ الْمُشَبَّہَات اِستَبرَأَ لِدِینِہ وَعِرضِہ[7]۔

حلال اور حرام واضح ہے، ان کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں، جو شخص ان سے اپنا دامن بچا لے، اس نے اپنے دین کو محفوظ کرلیا۔

غیر مسلموں کو سلام:

آپ نے دشمنوں کی بدسلوکی اور بدتمیزی کواپنے حسن اخلاق سے ماند کردیا۔

عَن عَبْدِاللّٰہِ ابنِ عَمرِو رَضِیَ االلّٰہْ عَنہْمَا اَنّ رَجْلًا سَاَلَ النَّبِیَّ: اَیّْ الاِسلَامِ خَیر؟ قَالَ: تْطعِمْ الطَّعَامَ، وَ تَقرَ السَّلَامَ عَلَی مَن عَرَفتَ وَ مَن لَم تَعرِف[8]۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ؐسے پوچھا کہ کون سا اسلام بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا تم کھانا کھلایا کرو اور ہر کسی کو سلام کیا کرو خواہ تم اسے جانتے ہو یا نہیں جانتے۔

یہود نبی کریم ﷺکی مخالفت میں بہت بڑھے ہوئے تھے اور اپنے شاطر دماغوں سے کوئی نہ کوئی طریقہ آپﷺ یا مسلمانوں کو تکلیف دینے کا ڈھونڈتے رہتے تھے۔ لیکن نبی کریم نے ہمیشہ ان کو نرمی سے جواب دیا اور اپنے اصحاب کو بھی نرمی کی تلقین فرمائی۔

عائشة رضي الله عنها زوج النبي قالت دخل رهط من اليهود على رسول الله فقالوا السام عليكم قالت عائشة ففهمتها فقلت وعليكم السام واللعنة قالت فقال رسول الله مهلا يا عائشة إن الله يحب الرفق في الأمر كله فقلت يا رسول الله أولم تسمع ما قالوا قال رسول الله قد قلت وعليكم[9]۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ ایک یہودی گروہ آنحضورؐ کی خدمت میں آیا اور شرارتاً اَلسَّلَامْ عَلَیکُم کی بجائے اَلسَّامْ عَلَیکِم''یعنی تم پر ہلاکت ہو''کہامجھےسمجھ لگ گئی میں نے انہیں کہا کہ ہلاکت تم پر ہو اور انہیں ملامت کی لیکن رسول اللہ□نے مجھے فرمایا کہ عائشہ ٹھہرو ''اِنَ اللّٰہَ یُحِبُّ الرِّفقَ فِی الاَمرِ کُلِّہ'' کہ اللہ تعالی ہر معاملہ میں نرمی پسند کرتا ہے۔ میں نےعرض کی اے اللہ کے رسول کیا آپ نے سنا نہیں کہ انہوں نے کیا کہا تھا؟ آپؐ نے فرمایا میں نے انہیں جواب میں کہہ دیا تھا کہ ''وَعَلَیکُم''یعنی تم پر بھی۔

غیرمسلم کوسلام کرنےسےمتعلق مختلف آراء ملتی ہیں،بعض کےمطابق انہیں سلام نہیں کرناچاہئے، بعض انہیں سلام کرنے میں پہل کرنے سے روکتی ہیں،بعض مخصوص حالات میں اجازت دیتی ہیں تو اس پر اختلاف ہوجاتا ہے کہ ان کا جوابکس طرح دیاجائے اور اس کے لیے کیا الفاظ استعمال کیے جائیں۔مولانا جلال الدین عمری اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ:''ہمیں ایک ایسے معاشرے کے بارے میں سوچنا چاہئے جو مسلمانوں اور غیر مسلموں کا ملا جلا اور مخلوط معاشرہ ہے۔ جہاں دونوں کے درمیان ثقافتی ، سماجی، معاشی، غرض مختلف نوعیت کے تعلقات موجود ہیں اور دونوں قانونی اور دستوری روابط میں بندھے ہوئے ہیں۔ اس طرح کے معاشرہ میں غیر مسلموں کو مسنون طریقہ سے سلام کیا جائے تو یہ مخالف سلف عمل نہ ہوگا۔ ہوسکتا ہے ، اس طرح وہ آہستہ آہستہ اسلامی آداب سے مانوس ہوتے چلے جائیں اور ان کی معنویت ان پر زیادہ بہتر طریقہ سے واضح ہوجائے۔اس میں قباحت محسوس ہو تو ان کے لیے عزت واحترام اور محبت و خیر خواہی کے دوسرے الفاظ استعمال کیے جاسکتے ہیں۔البتہ اس بات کا ضرور خیال رکھنا ہوگا کہ تعلقات کے اظہار میں ایسے طریقے نہ اختیار کیے جائیں، جو کسی مذہب یا تہذیب کےمخصوص شعار کی حیثیت رکھتے ہوں اور ایسے الفاظ نہ استعمال کیے جائیں جو اسلامی عقائد سے متصادم ہوں''[10] لہذا نبوی تعلیم مساوات،عدل وانصاف اورحسن اخلاق کومدنظررکھتےہوئےغیرمسلم کےلئے ''السلام علی من اتبع الھدیٰ''یا ''آداب'' کہنا جائز ہے۔ اگر کوئی غیر مسلم ''السلام علیکم''کہے تو اسے جواب میں صرف ''وعلیکم'' کہنا چاہیے۔

غیر مسلموں کی عیادت:

نبی کریم □ تمام نوع الانسانیت کے ساتھ مساوات، عدل وانصاف،حسن اخلاق کا معاملہ فرماتے تھے اورمسلم غیرمسلم سبھی کی خوشی،غم شریک ہوتے تھے۔ بیمارپڑجانے والے بھائی کی عیادت اورتیمارداری کرنا، اس کی راحت کاسامان مہیا کرنااور اس کے لیے کلمات خیرکہنابھی بہت بڑی نیکی ہے اس سے ہمدردی کااظہاراورمریض سے یگانگت ہوتی ہے۔مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم کی عیادت کا بھی یہی حکم ہے۔اگر معاشرے یاسماج میں کوئی شخص بیمار پڑتا تو اس کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے اور اس کے لیے

مناسب دعا فرمایا کرتے تھے۔احادیث سے اس بات کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ آپؐ نے ایک یہودی لڑکے کی عیادت فرمائی ہے:

انَّ غُلَامًا لِیَهُوۡدَ،کَانَ یَخدۡمُ النَّبِیَّ، فَمَرِضَ فَاتَاهُ النَّبِیﷺ یَعۡوۡدُهٗ[11]۔

نبی کریم ﷺ کا ایک خادم یہودی تھا بیمار ہو گیاتونبی نبی کریم اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔اسی طرح :

عَن أَنَسٍ،أن النبي صلى الله عليه وسلم دَخَلَ عَلى رَجُلٍ مِن بَنِي النَجَّار يَعوده[12]۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ بنو نجار کے ایک شخص کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے جو غیر مسلم تھا۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ مسلمانوں کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے وہیں غیرمسلموں کے ساتھ بھی ہمدردی، غم گساری کا رویہ اپناتے تھے۔ آپؐ ہمیشہ قوم کی باہم اتفاق اور روادری کی طرف رہنمائی فرماتے تھے۔علامہ مرغینانیؒ غیر مسلم کی عیادت کےبارے میں لکھتے ہیں کہ :

قَالَ:"وَلاَ بَأسَ بِعيَادَةِ اليَهُودِيّ وَالنَصرَانِيّ": لِأَنَّه نَوعُ بِرٍّفِي حَقّهِم،وَمَانَهَينَاعَن ذٰلِكَ،وَقَد صَحَّ أَنَّ النَّبِي عَلَيهِ الصَّلَاة وَالسَّلاَم عَادَ يَهُودِيًّا مَرَضَ بِجَوَارِه[13]۔

یہودی اورنصرانی کی عیادت میں کوئی حرج نہیں ہے،اس لیے کہ یہ ان کے حق میں ایک طرح کی بھلائی اورحسن سلوک ہے،اس سے ہمیں منع نہیں کیاگیاہے۔

غیرمسلموں سے تعزیت:

اسلام یا آئمہ کرام سے کوئی ایسی دلیل شایدنہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ مسلمان غیرمسلموں سے تعزیت نہ کریں۔ ائمہ کرام تو اس حوالے سے دو ٹوک موقف رکھتے ہیں کہ غیرمسلموں کی خوشی اور غمی میں انسانی سماجی رشتہ سے شریک ہونا درست ہے۔بلکہ بہتر ہے کہ اظہار ہمدری اور تعزیت کیساتھ ساتھ ممکنہ تعاون کی پیشکش بھی کریں۔یہی رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے کہ آپ نے ہمیشہ اپنے پڑوسیوں اور متعلقین کیساتھ حسن سلوک سے پیش آئے ہیں۔فقہ حنفی کی مشہور کتاب فتاویٰ ہندیہ میں بھی یہ اجازت موجود ہے :وَلَا بَأسَ بِعيَادَةِ اليَهُودِيِّ وَالنَّصرَانِيِّ[14]۔

لہٰذا غیرمسلموں کی تعزیت کی جاسکتی ہے البتہ تعزیت کے موقع پر کیا کہا جائے؟ اس کےلیے الفاظ کا چناؤ مختلف ہوسکتا ہے بعض علماء نے أَصْلَحَ اللّٰهُ بِالَکَ وَأَخْلَفَکَ (اللہ تمہیں اس کا نعم البدل عنایت فرمائیں اور تمہارے احوال کو درست فرمائیں) لکھا ہے ۔امام ابویوسفؒ کا بیان ہے کہ حضرت حسنؒ بصری کے پاس ایک عیسائی آتااورآپ کی مجلس میں بیٹھاکرتا تھا،جب اس کا انتقال ہواتوانھوں نے اس کے بھائی سے تعزیت ان الفاظ میں کیا:

أَثَابَكَ اللہ عَلَى مُصِيبَتِكَ ثَوَابَ مَن أصِيبَ بِمِثلِهَا مِن أَهلِ دِينِكَ,وَبَارَكَ اللهُ لَنَا فِي المَوتِ وَجَعَلَه خَيرُ غَائِب نَنتَظِره.عَلَيكَ بِالصَّبرِ فِيمَا نَزَلَ بِكَ مِن المَصَائِبِ[15]۔

ترجمہ:تم پرجو مصیبت آئی ہے،اللہ تعالیٰ تمہیں اس کاوہ ثواب عطاکرئے جوتمہارے ہم مذہب لوگوں کو عطاکرتاہے،موت کوہم سب کے لیے برکت کاباعث بنائے اوروہ ایک خیرہوجس کاہم انتظارکریں،جومصیبت آئی ہے،اس پرصبرکادامن نہ چھوڑو۔

امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہؒ سے پو چھا کہ اگر یہودی یاعیسائی کا بیٹا فوت ہو جائے تو کیسے تعزیت کی جائے تو آپ نے جواب دیا :

إنَّ اللہ كَتَبَ المَوتُ عَلىٰ خَلقِه , فَنَسأل اللہ أَن يَّجعَلَه خَير غَائِب يَنتَظِر،وَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيهِ رَاجِعُونَ۔عَلَيكَ بِالصَّبرِ فِيمَا نَزَلَ بِكَ،لاَنَقصَ اللہ لَكَ عَدَداً[16]۔

ترجمہ:بے شک اللہ تعالیٰ نے موت اپنی ہرمخلوق کے لیے لکھ دی ہے۔ہماری دعاہے کہ موت جوہماری نگاہوں سے اوجھل ہے جب آئے تو خیرکے ساتھ آئے، ''إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيهِ رَاجِعُونَ ''جومصیبت آئی ہے اس پرصبرکرو،اللہ تعالیٰ تمہاری تعداد نہ گھٹائے۔

لیکن یہ فرق ضرورملحوظ نظررہے کہ تعزیت، اظہارِ ہمدردی اور دعاے مغفرت میں بڑا فرق ہےدعائے مغفرت صرف اہل ایما ن کے لیے کی جاسکتی ہے اور انہی کے ساتھ مخصوص ہے ،چونکہ اس کے پیچھے قیامت اور زندگی بعد الموت کا وہ عقیدہ ہے جو اہل ایمان کو باقی غیرمسلوں سے الگ کرتا ہے۔جبکہ غیرمسلم کی وفات پر اظہارِ ہمدردی کی جاسکتی ہے،ان کے خاندان اور پسماندگان کےغم میں شریک ہونا،تسلی دینا اورمشکل گھڑی میں ان کے ساتھ رہنا بسا اوقات زیادہ ضروری ہوتا ہے تاکہ انہیں حوصلہ ملے اور اپنے آپ کو اکیلا واجنبی محسوس نہ کریں۔

غیرمسلموں کی مہمان نوازی:

غیر مسلموں کی خدمت اور ان مہمانداری کی بیسیوں مثالیں تاریخ اسلام میں بھری پڑی ہیں۔ابوقتادہ بیان کرتے ہیں کہ حبشہ سے عیسائیوں کا ایك وفد مدینہ منورہ آیا تو رسول اللہ ﷺنےانہیں اپنی مسجدمیں ٹھرایا اور خود اپنے ہاتھ سے ان کی ضیافت و خدمت کے فرائض انجام دیئے۔ آپ کا ان حبشیوں کےساتھ عمدہ اخلاق اور حسن سلوك کا یہ مظاہرہ ان کے اس حسن سلوك کا بدلہ تھا جو انہوں نے مہاجرین حبشہ کے ساتھ روا رکھا تھا،صحابہ رضی اللہ عنھم نے آپ سے فرمایا کہ ہم ان کے خدمت کے لئے کافی ہیں تو آپؐ نے فرمایا:

إنهم كانوا لأصحابنا مكرمين وإني أحب أن أكافئهم[17]۔

اُنہوں نے ہمارے اصحاب کی عزت افزائی کی تھی تو کیوں نہ میں خود ان کی عزت و تکریم کروں۔

عَن اَبِی ھُرَیرَہَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ ضَافَہْ ضَیف کَافِر،فَامَرَلَہْ رَسُولْ اللّٰہِ بِشَاۃٍفَحْلِبَت فَشَرِبَ،ثُمَّ اُخرَی فَشَرِبَہْ،ثُمَّ اخرَی فَشَرِبَہْ حَتَّی شَرِبَ حِلَابَ سَبع شِیَاہٍ،ثُمَّ ٖصبَحَ مِنَ الغَدِ فَسلَمَ،فَاَمَرَ لَہْ رَسُولْ اللّٰہِ بِشَاۃٍ فَحْلِبَت فَشَرِبَ حِلَابَھَا،ثُمَّ اَمَرَلہ بِاُخری فَلَم یَستَتِمَّھَا[18]۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول کریم نے ایک کافر کی مہمان نوازی کی۔نبی کریم نے اس کے لئے ایک بکری منگوائی اور اس کا دودھ دوہا گیا وہ اس کا دودھ پی گیا، پھر ایک دوسری منگوائی گئی اور اس کا دودھ دوہا گیا تو اس نے اس کا دودھ بھی پی لیا، پھر ایک تیسری بکری منگوائی گئی تو وہ اس کا دودھ بھی پی گیا،حتیٰ کہ وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔اگلے دن صبح کےوقت اس نے اسلام قبول کرلیا۔ پھر رسول کریمنے بکری منگوائی اور اس کا دودھ دوہا گیا پس اس نے دودھ پی لیا پھر نبی کریم نے اس کے لئے ایک اور بکری منگوائی مگر وہ اس کا دودھ مکمل طور پر نہ پی سکا۔

غیرمسلم کی دعوت قبول کرنا اور ان کے ساتھ کھاناپینا جائز ہے،خود آنحضرت ﷺنے غیرمسلموں کی دعوت قبول فرمائی ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

أن یھودیا دعا النبيﷺ إلی خبز شعیر وإھالة سنخة[19]۔

ایک یہودی نےرسول اللہ کو جو کی روٹی اور بدبو دار چربی کی دعوت دی ،آپؐ نے قبول فرمائی۔

رسول اللہ نےغیرمسلم کے کھانے پینے کابھی اہتمام فرمایاہے۔قبیلہ ثقیف کے وفدکوجو ابھی تك اسلام نہیں لایاتھا۔آپؐ نے انہیں مسجد نبویؐ میں ٹھہرایاتوحضرت خالدبن سعیدؓ ان کے کھانےکاانتظام کرتےتھے۔

ولماقدموا علی رسول اللہ ضربت علیھم قبة في المسجد،وکان خالد بن سعید بن العاص ھو الذي یمشي بینھم وبین رسول اللہ، فکان إذا جاءھم بطعام من عندہ لم یأکلوا منه حتی یأکل خالد بن سعید قبلھم[20]۔

ایک دوسری روایت میں آتاہے کہ:

حلب یھودي للنبي صلی اللہ علیه و سلم نعجة فقال اللھم جمله فاسود شعرہ حتی صار أشد سوادا من کذا وکذا قال معمر وسمعت غیر قتادة یذکر أنه عاش نحوا من سبعین سنة لم یشب[21]۔

ایک یہودی نے رسول اللہکودودھ دوہ کرپیش کیاتوآپ نے اسے دعادی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حسین وجمیل رکھے، چنانچہ مرتے وقت تک اس کے بال سیاہ رہے،اوروہ تقریباً نوے سال تک زندہ رہالیکن اس کے بالونمیں سفیدی نہ آئی۔

الغرض غیرمسلم کے ساتھ کھانا پیناجائزہے لیکن شرط یہ ہے کہ ان میں حرام اشیاء نہ ہوں۔یہ مثالیں اس بات پر شاہد ناطق ہیں کہ اسلام کی تعلیمات معاشرتی پہلو پرمسلم وغیرمسلم فرق کے بغیر رہنمائی کرتی ہیں تاکہ معاشرے میں امن وسکون قائم رہے۔لوگ باہم ہمدردومعاون بن سکیں کیونکہ اسی وقت معاشرہ ترقی کی راہ پر گامزن ہوسکے گا ۔

غیر مسلموں سے تحائف کا تبادلہ:

تکثیری سماج میں تحفے تحائف کےتبادلہ کی بہت زیادہ اہمیت ہے،یہ ایک اخلاقی اورسماجی ضرورت ہےجس سے محبت اور دوستی بڑھتی ہے، تعلقات مستحکم ہوتے ہیں اورباہمی فاصلے کم ہوتے ہیں،نبی کریمؐ کاارشاد ہےکہ:

تہَادُوا فَإِنَّ الهدیَةَ تَذهَبُ وَحَر الصَدرِ[22]-

ترجمہ: ایک دوسرے کو ہدیے اور تحفے دو، اس لیے کہ یہ سینہ کی عداوت اور حسد کو دور کرتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ اس معاملہ میں آپؐ کا اسوہ بیان کرتی ہیں کہ :

كَانَ رَسُولُ اللهﷺ یَقبَلُ الهدیَةَ وَیَثِیبُ عَلَیهَا[23]-

رسول اللہ□ہدیۂ قبول فرماتے اور اس کے عوض ہدیہ دیتے۔

یہ حکم عام ہے،اس سےغیرمسلم خارج نہیں بلکہ ان سے بھی ہدایا کا تبادلہ کیا جانا چاہیے۔احادیث کے مطالعہ سےغیرمسلموں کوتحفے دینے اوران کے تحفے قبول کرنے کا ثبوت ملتاہے ۔ رسول ا للہ□نے اس کی ترغیب دی ہے اوراس پرعمل فرمایا ہے۔ ابو حمیدساعدی فرماتے ہیں کہ:

أهدى ملك أيلة للنبيﷺ بغلة بيضاء وكساه برداً وكتب إليه ببحرهم يعني بلدهم[24]-

ترجمہ: ایلہ کے بادشاہ نےرسول اللہ□کی خدمت میں بطو رتحفہ ایک سفیدخچر پیش کی اورایک چادرپہنائی توآپؐ نےانہیں ان کے علاقے کا امان نامہ لکھ دیا ۔

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ:حضرت عمرؓ نے مکہ میں مقیم اپنے بھائی کو ایك جوڑا (تحفہ)میں دیا۔

فَقَالَ إِنِّي لَم أَكسكهاَ لِتَلبِسهَا فَكَساَهَا عمر أَخاً لَه بِمَكَّةَ مُشرِكا[25]-

تحفےتحائف کاتبادلہ درحقیقت تالیف قلوب کاایک اہم ذریعہ ہے جس سے بین الاقوامی سطح پرروابط مستحکم ہوتے ہیں۔رسول اللہ□ نےغیرمسلم سلاطین کوتحفے پیش کیے اوران کےارسال کردہ تحائف کو قبول فرمایا۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے،فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ كِسریٰ أهدی لَهٗ فَقَبلَ وَأَنَّ المُلُوك أَهدُوا إِلَیهِ فَقبلَ مِنهُم[26]-

ترجمہ:کسریٰ نے آپؐ کوہدیۂ پیش کیا،آپؐ نے قبول کیا اسی طرح مختلف بادشاہوں نےآپؐ کوہدیے دیے آپؐ نےانہیں قبول فرمایا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہےفرماتے ہیں کہ:

أكيدر دومة أهدي للنبي جبة سندس وكان ينهى عن الحرير[27]۔
اکیدر دومۃنےرسول اللہ ﷺکو ایک ریشمی کرتا بطورہدیہ بھیجا تھا۔
اس کے علاوہ غیر مسلموں کی جانب سےعید اور مذہبی تہواروں پرجو تحفےتحائف بھیجے جاتے ہیں وہ جائز نہیں،اکثر علماء نے اسے حرام قرار دیا ہے۔امام زیلعی فرماتے ہیں:

قَالَ رَحِمَه الله (وَالإِعطَاء بِاسمِ النَيرُوز وَالمَهرَجَان لَايَجُوزُ)أي الهدَايَا بِاسمِ هٰذَينِ اليَومَينِ حَرَامٌ بَل كَفرٌ[28]۔

نیروزاور مہرجان کے دو دنوں کے نام پرتحفہ بھیجناجائز نہیں یعنی ان دو دنوں کے نام پرتحفے نہ صرف حرام ہے بلکہ کفر ہے۔
شیخ الإسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں :

وَمَن أهدىٰ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ هديَة فِي هٰذِهِ الْأعيَادِ،مُخَالِفَةً لِلْعَادَةِ فِي سَائِرِ الْأَوقَاتِ،غَيرَ هٰذَا الْعِيْد،لَمْ تقبَل هديَته، خُصُوصاً إِنْ كَانَتِ الْهديَةُ مِمَّا يستَعَانُ بِهَا عَلى التَّشَبُّهِ بِهِمْ. مِثْلَ إهدَاءُ الشَّمعِ وَنَحْوِه[29]۔

جس کسی نےمسلمانوں کوعام حالات کےعلاوہ ان عیدوں کےموقع پر تحفہ بھیجا تو ایسے تحفے کو قبول نہیں کرناچاہیےخصوصا ایسا تحفہ جس سے ان سے مشابہت کا اندیشہ ہو مثلا شمع وغیرہ کا تحفہ۔
غیر مسلموں کی مذہبی تہواروں پر تحفہ دینےکے بارے میں بھی روایات مروی ہیں۔ امام ابن سیرین حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ:

أتى عليؓ بهدية النيروز فقال:ماهذه؟قالوا:ياأميرالمؤمنين هذايوم النيروز،قال: فاصنعوا كل يوم فيروز[30]۔

کسی (غیرمسلم)کا حضرت علیؓ کی خدمت میں نیروزکا ہدیہ پیش کیا گیا توآپ نے فرمایا یہ کیا ہےصحابہ کرام نے جواب دیا یہ نیروز کا دن تو آپ نے فرمایا یوم فیروز پر ایسا کیا کرو۔
(حدیث کے راوی ابو اسامہ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے کراہت کا اظہار کرتے ہوئے نیروز کی بجائے یوم فیروز کہا یعنی ان کی عید کا نام نہیں لیا)۔

امْرَأَةً سَأَلَتْ عَائِشَةَ قَالَتْ:إِنَّ لَنَاأَظْآرًا مِنَ الْمَجُوسِ،وَإِنَّهُ يَكُونُ لَهُمَ الْعِيدُ فَيُهْدُونَ لَنَا ؟ فَقَالَتْ:أَمَّا مَا ذُبِحَ لِذَلِكَ الْيَوْمِ فَلاَ تَأْكُلُوا،وَلَكِنْ كُلُوا مِنْ أَشْجَارِهِمْ[31]۔

ایک عورت نےحضرت عائشہؓ سےعرض کیا:ہمارےبعض مجوسی قریبی رضاعی رشتہ دار ہیں اور وہ اپنے تہواروں کےموقع پرہمیں ہدیہ دیتے ہیںحضرت عائشہؓ نے فرمایا اس دن کےذبیحے (کاگوشت) نہ کھاؤ البتہ پھل وغیرہ کھاسکتے ہو۔
ان روایات میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہےکہ غیرمسلموں کےتالیف قلب اور انہیں اسلام کی طرف راغب کرنے کےلئے عام حالات میں ان سے تحائف کا تبادلہ بھی جائز اورمستحسن عمل ہے۔البتہ جہاں ان کے کفریہ عقائد

میں ان کی مشابہت ہوتی ہو یا پھر ان کی اعانت کا اندیشہ ہو تو ایسی صورتحال میں ہدیہ کا قبول کرنا ناجائز اور حرام ہے۔اسلئے اہل علم نے غیرمسلموں کوتحائف دینے یا لینے کو ان شرائط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے کہ:اس میں دل کا میلان نہ ہو اور نہ ہی محبت ومؤدت کا اظہار ہوتا ہو۔کوئی کفر ،شرك اور فسق والا کام نہ ہو۔کسی کافر کی تعظیم اور اس کی سرداری کو متضمن نہ ہواوران سے مشابہت کا اندیشہ نہ ہو[32]۔

غیرمسلموں کے ساتھ کاروبار:

اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ کاروبار، تجارت، لین دین اور معاملات کو درست رکھا ہے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے خیبر فتح ہونے کے بعد اسلام کے سب سے بڑے دشمن یہود کے ساتھ مزارعت کا معاملہ فرمایا ، اس طرح کہ وہ زراعت کریں گے اور پیداوار کا آدھا حصہ آپؐ کو اداکریں گے ، جب بٹائی کا وقت آتا تورسول اللہﷺ پیداوار کا اندازہ کرنے کے لیے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو روانہ کرتے۔ عن جابر أنه قال أفاء الله على رسوله خيبر فأقرهم رسول اللهﷺ كما كانوا وجعلها بينه وبينهم فبعث عبد الله بن رواحة فخرصها عليهم[33]۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ پیداوار کو دو حصوں میں تقسیم کرکے فرماتے :جس حصہ کو چاہو لے لو ! یہود اس عدل و انصاف کو دیکھ کر یہ کہتےکہ:ایسے ہی عدل و انصاف سے آسمان اور زمین قائم ہے۔ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ ان سے فرماتے : اے گروہ یہود! تمام مخلوق میں تم میرے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہو، تم نے اللہ کے نبیوں کو قتل کیا اور تم نے اللہ پر تہمت باندھا لیکن تمہاری دشمنی مجھ کو اس بات پر آمادہ نہیں کرسکتی کہ میں تم پر کسی قسم کا ظلم کروں۔

فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ اللهِ بْنُ رَوَاحَةَ: أَنْتُمْ بِالْخِيَارِ،إِنْ شِئْتُمْ فَهِيَ لَكُمْ , وَإِنْ شِئْتُمْ فَهِيَ لَنَا،نَخْرُصُهَا وَنُؤَدِّي إِلَيْكُمْ نِصْفَهَا . فَقَالُوا:بِهَذَا قَامَتِ السَّمَوَاتُ،وَالْأَرْضُ".... فَبَعَثَ عَبْدَ اللهِ بْنَ رَوَاحَةَ فَخَرَصَهَا عَلَيْهِمْ ثُمَّ قَالَ: يَا مَعْشَرَ الْيَهُودِ،أَنْتُمْ أَبْغَضُ الْخَلْقِ إِلَيَّ،قَتَلْتُمْ أَنْبِيَاءَ اللهِ،وَكَذَبْتُمْ عَلَى اللهِ،وَلَيْسَ يَحْمِلُنِي بُغْضِي إِيَّاكُمْ أَنْ أَحِيفَ عَلَيْكُمْ،وَقَدْ خَرَصْتُ عَلَيْكُمْ بِعِشْرِينَ أَلْفِ وَسْقٍ مِنْ تَمْرٍ،فَإِنْ شِئْتُمْ فَلَكُمْ،وَإِنْ شِئْتُمْ فَلِي[34]۔

کاروبار،خریدوفروخت،لین دین جس طرح مسلمانوں کے ساتھ کیے جاسکتے ہیں اسی طرح غیرمسلم افراد کے ساتھ بھی جائزہیں،غیرمسلم طبقے سے تجارتی تعلقات شرعی حدودمیں رہتے ہوئے کیے جاسکتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ:

اِشْتَرىٰ رَسُولُ الله مِنْ يَهُودِي طَعَاماً بِنَسيئَة وَرَهنه دَرعِه[35]۔

نبیؐ نے ایک یہودی سے ایک مدت کے لیے غلہ خریدا اور اس کے پاس اپنے لوہے کی ذرہ رہن رکھی۔
علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ :
(والحدیث) دَلِیل عَلیٰ جَوَازِ مُعَامَلَةِ الکُفَّارِ وَعَدَمِ اِعتِبَارِ الفَسَادِ فِي مُعَامَلَاتِہِم [36]-
یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ کفار سے معاملہ کرنا جائز ہے اور یہ کہ ان کے آپس کے معاملات کے فساد کا اعتبار نہیں کیا جائیگا۔

غیرمسلموں کا احترام وتحفظ:

اسلام اپنی اساس اور بنیاد کے اعتبار سے ہی امن وآشتی اور محبت وشفقت کا علمبردار مذہب ہے۔ مذہبی رواداری کی اس سے بڑی اورکیا بنیاد ہوسکتی ہے جو قرآنِ کریم میں ہے کہ: لَآ إِكۡرَاهَ فِی ٱلدِّينِ[37]''مذہب قبول کرنے کے معاملے میں کوئی جبر گوارا نہیں''۔غیرمسلموں کے بارے میں اسلام کی شاندار تعلیمات ایسی ہیں جن کی مثال دنیا کا کوئی دوسرا مذہب پیش نہیں کرسکتا۔ مسلمانوں نے ان احکامات کی پاسداری میں غیرمسلموں سے حسن سلوک کی درخشندہ روایات قائم کیں۔ جملہ مؤرخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ پوری اسلامی تاریخ میں ایک بھی ایسی مثال نہیں ملتی جس میں غیرمسلموں کو مسلم خلفا کی طرف سے مذہبی جبر کا سامنا کرنا پڑا ہو۔

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو اس امر کا پابند کیاکہ وہ دوسروں کے مقدس مقامات اور مذہبی شخصیات کا احترام کریں،دوسرے ادیان سے تعلقات کےمعا ملہ میں غیرجانبداری اورانصاف پسندی کاتقاضا کرتاہے، دیگرادیان کیساتھ میل جول کےتعلقات قائم کرنے کیلئےایسے موضوعات پرگفتگو کرنے سے گریز کرنے کی ہدایت کرتاہے جو باہمی نزاع کا باعث بنیں اور اُس کی بجائے اُن موضوعات پر زور دیتا ہے جن میں یکسانیت ہو:

﴿وَلَا تَسُبُّوا ٱلَّذِينَ يَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ فَيَسُبُّوا ٱللَّهَ عَدۡوًۢا بِغَيۡرِ عِلۡمٍ كَذَالِکَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍعَمَلُهُم ثُمَّ اِلیٰ رَبِّهِم مَرجِعُهُم فَيُنَبِّئُهُم مَاكَانُوايَعمَلُون﴾[38]-

اور اُن کو گالی نہ دو جن کو یہ اللہ کے سوائے پکارتے ہیں (ایسا نہ ہو) کہ وہ زیادتی کر کے بےعلمی سے اللہ کو گالی دیں۔ اِسی طرح ہم نے ہر ایک گروہ کیلئےاُن کا عمل اچھا کر کے دکھایا ہے۔ پھر اُن کے رب کی طرف اُن کا لوٹ کر آناہے سو وہ اُنہیں بتا دیگا جو وہ کرتے تھے۔

قرآن ما قبل کے ادیان کے علماء کے احترام کی ہدایت کرتا ہے:

﴿ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ قِسِّيْسِينَ وَرُهْبَانااَّوَاَنَّهُمْ لَايَسْتَكْبِرُوْن﴾[39]-

ترجمہ: یہ اس لئے کہ اُن میں سے عالم اور راہب ہیں اور اِس لئے کہ وہ تکّبرنہیں کرتے۔

اسلام نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ غیرمسلموں کی عبادت گاہوں اور مذہبی شعارات کو بھی پورا تحفظ فراہم کیا۔مغربی مؤرخین کا بھی اس امرپر اتفاق ہے کہ خلافت کے زیر اثر مسلم علاقوں میں مسلم حکمرانوں نے عیسائیوں کو بھرپور مذہبی تحفظ فراہم کیا۔تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ یہودیوں کو جب دیگر اقوام کے مظالم کے نتیجے میں یورپ سے نکلنا پڑا تو اُنہوں نے مسلم علاقوں میں آکر پناہ لی۔ اَندلس میں یہودیوں اورعیسائیوں کو ہرقسم کے حقوق حاصل رہے۔اسلام مذہبی بنیادپر کسی خصوصی امتیاز کا قائل نہیں ہے،نبی اکرم نے10 ہجری میں خطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر مساواتِ انسانی کی عظیم بنیاد قائم فرمائی۔ آپؐ نےفرمایا کہ:

لاَفَضْلَ لِعَرَبِیّ عَلَی عَجَمِیّ وَلَالِعَجَمِیّ عَلَی عَرَبِیّ وَلَا لِاَحْمَرٍعَلی اَسْوَدٍوَلَا لِاَسْوَدٍ عَلی اَحْمَرٍ[40]

ترجمہ: کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سفید فام کو کسی سیاہ فام پر اور کسی سیاہ فام کو کسی سفید فام پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔

یہ اسلامی تعلیمات کوئی نئی نہیں بلکہ اسلام کا ہر طالبعلم انہیں بخوبی جانتا ہے!ماضی اور حال میں کبھی بھی مسلمانوں نے کسی قوم کی مذہبی شخصیات، دینی شعارات اورعبادت گاہوں کو نشانہ نہیں بنایا،لیکن مقامِ افسوس ہے کہ گذشتہ چند برسونمیں ہی پیغمبر اسلام کی اہانت کو ایک مسلسل اور مذموم روایت بنالیا گیا ہے،کبھی مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآنِ مجید کی مثل خودساختہ قرآن (مثلاًفرقان الحق وغیرہ) تیار کرکے بڑے پیمانے پر پھیلائے جاتے ہیں اورکبھی معاذ اللہ قرآنِ عظیم کو ہی باتھ روم اورٹوائلٹ میں بہا نے کی جسارت کی جاتی ہے۔کبھی اسلامی شعار''حجاب''کے خلاف دنیا کے مختلف ملکوں میں تحریکیں اُٹھتی ہیں تو کبھی داڑھی کو مذاق کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔اسلام کی تمام تعلیمات کو طنز واستہزا کی بھینٹ چڑھانا اور اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کرنا عالمی میڈیا کامعمول بن چکاہے۔ رواداری اور باہمی احترام کایہ سبق دیگر مذاہب کو بھی دیا جانا چاہئے۔

غیرمسلموں کی مسائل کا مداوا:

اسلامی تعلیمات کے سیاسی پہلو سے انکار ممکن نہیں ہے۔اسلام انسانی زندگی کو ایک وحدت مانتاہے جس میں سیاست کو روحانیت سے الگ نہیں رکھا گیا۔لیکن یہاں یہ بھی بتانا ضروری ہے کہ سیاسی پہلو اس کے اخلاقی اور روحانی اقدار کی نفی وتخفیف نہیں کرتا اور نہ ہی اس بات کی وکالت کرتاہےکہ اس کوانسانی اقدارپرعمل آوری اس کےسیاسی منتہائے مقصود کےحصول کےساتھ مشروط کیاجائے۔اسلام اپنے پیروؤں کوان اقدار پر عمل آوری تمام حالات میں اور تمام لوگوں کے ساتھ روا رکھنے کاحکم دیتا ہے۔اس سےبھی اہم یہ ہےکہ اسلام اسلامی اقدارکی عمل آوری پراس لیےیقین

رکھتاہےکیونکہ اللہ ایک عدل پرور اورانسانیت نوازسیاسی نظام کاقیام چاہتاہے۔یہی وہ مطمح نظر ہے جس کے پیش نظر قرآن ایمان والوں کو حکم دیتاہے کہ وہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کریں اور برائی اور ظلم کی بیخ کنی کریں،ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿تَعَاوَنُوْا عَلَی البِرِّوَالتَّقْویٰ وَلَاتَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَان﴾[41]۔

ترجمہ: جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو۔

مصیبت وآفت کےمواقع پرغیرمسلم افرادکی اعانت کرنا اوران کےساتھ ہمدردی وتعاون کرنا آنحضرتؐ کا خاصہ ہے،آپؐ نے ان غیرمسلم افرادکی بھی اعانت وفریادرسی فرمائی جنہوں نے اہل اسلام پر مختلف قسم کے مظالم ڈھائےرسول اکرم□ نے اپنےفعل مبارک سے مسلمانوں کو یوں نمونہ عمل عنایت فرمایاکہ:

أَنَّه بَعَثَ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَمسَ مِائَةَ دِينَارً إِلٰی مَكَّةَ حِينَ قَحَطُوا وَأَمَرَ بِدَفعِ ذٰلِكَ إِلٰی أَبِي سُفيَانُ بنِ حَرَب وَصَفوَانُ بنِ أُمَيّةَ لِيَفرقا عَلٰی فَقرَاءِ أَهلِ مَكَّةَ فَقَبل ذٰلِكَ أَبُو سُفيَان وَأَبِی صَفوَان[42]۔

ترجمہ:جب مکہ مکرمہ کے لوگ قحط میں مبتلاہو گئے تورسول اللہ ﷺ نےپانچ سو دینار مکہ مکرمہ بھیجے اور اسے ابوسفیان بن حرب اورصفوان بن امیہ کے حوالہ کرنے کا حکم دیا تاکہ وہ اہل مکہ کے ضرورت مندوں اورمحتاجوں میں تقسیم کریں،تو ابوسفیان اور صفوان نے اسے قبول کیا۔

تکثیری معاشرے میں جو بھی انسانی مساوات اور عدل کے لیے جدوجہد کرتا ہے اور انسانوں کے استحصال اور حقوق انسانی کی پامالی کے خلاف آواز بلند کرتا ہے، وہ مسلمانوں کےغیرمشروط،اور بلاجھجک تعاون کاحق دار ہے۔ہمارے معاشرے میں عدم مساوات اور ظلم اس قدر مستحکم ہوچکاہے کہ اس کا سدباب تبھی ممکن ہے جب تمام لوگ اس کے خاتمے کے لیے بلاتفریق مذہب و ملت اس کاوش میں حصہ لیں۔حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام چاہتا ہے کہ اس طرح کی کاوش میں مسلمان بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور عدل و مساوات کے حصول،فاقہ کشی، بیماری، ظلم، بدعنوانی اور برائیوں کے سدباب کی جدوجہد میں سب سے آگے ہوں۔ان کاوشوں کو صرف اپنی قوم کی ترقی اور تنگ نظر و متعصب حلقوں میں محدود کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ جو لوگ ناانصافی کے خلاف احتجاج نہیں کرتے صرف اس بنا پر کہ اس سے ان کی قوم متأثر نہیں ہورہی ہے اور جب راست ان پر کوئی آنچ آتی ہے تو واویلا مچانے لگتے ہیں دراصل اللہ کےفرمان کی خلاف ورزی کرتے ہیں جو تمام انسانیت کے ساتھ یکساں ہمدردی کا حکم دیتا ہے۔ مظلوم کا مذہب اس کی طرف مدد کا ہاتھ بڑھانے کے لیے مانع نہیں ہونا چاہیے۔نبی اکرمؐ کی حیات طیبہ سے

ہمیں ہدایت ملتی ہے کہ بہت معمولی اور چھوٹے درجے کی ایسی کاوشیں بھی مسلمانوں کے بھرپور تعاون اور فعال اشتراک کی حق دار ہیں۔ ابوجہل کاایک بدّو کو اس کے اونٹ کی قیمت دینے سے انکار کرنے کاایک چھوٹا سا واقعہ رسول عربیؐ کو اس کی حمایت و نصرت سے نہیں روک سکا۔

غیرمسلموں کے حقوق کا تحفظ:

نبی کریم نےغیرمسلموں سےحسن سلوک رواداری اور ان کےحقوق کا تحفظ صرف عام حالات میں ہی نہیں کیا بلکہ جنگ کی حالت میں بھی اس کاعملی نمونہ پیش کرکےدکھایا جس میں آج بھی قومیں ہر طرح کی فریب دہی جائزسمجھتی ہیں اور کوئی موقع ہاتھ سےدشمن کوپسپا کرنے کا نہیں جانے دیتیں اس جنگی حالت میں بھی حضورﷺ نےحسن سلوک کی ایسی علیٰ مثالیں قائم کیں کہ انسانی عقل جنہیں دیکھ کے دنگ رہ جاتی ہے چنانچہ جنگ بدر کے موقع پر جب مسلمانوں نے پانی کے چشمہ پر حوض بنا کے وہاں پڑاؤ ڈال لیا تو باوجود حالت جنگ کے جب دشمن پانی لینے آیا تو آپؐ نے فرمایا انہیں پانی لے لینے دو[43]۔اسی طرح حالت جنگ میں فرمایا کہ کسی غیر مسلم کی لاش کا مثلہ نہ کیا جائے اسے باندھ کر نہ مارا جائے اسے جلایا نہ جائے وغیرہ یعنی اس کےساتھ کوئی ایسی زیادتی نہ کی جائے جو انسانیت سے ہٹی ہوئی ہو۔ وَلَا تَمثُلْوا''مثلہ نہ کرو''جب کہ عربوں میں مثلہ کی رسم عام تھی۔یعنی جنگ میں دشمن کی لاشوں کے ناک کان وغیرہ کاٹ کر ان کامنہ بگاڑ دیناـلیکن آپؐ نے بڑی تاکیدی ہدایت اپنے پیرووٗں کو دی کہ وَلَا تَمثُلْوا کہ تم مثلہ نہ کرو،اور اس طرح غیرمسلموں کے مُردوں کابھی احترام برقرار رکھا۔عن صفوان بن عسال قال بعثنارسل اللهﷺ في سرية۔فقال:سيروابسم الله وفي سبيل الله قاتلوا من كفر بالله۔ولا تمثلوا ولا تغدروا ولا تغلوا ولا تقتلوا وليدا[44]۔

خلاصہ بحث:

دنیوی معاملات میں اسلام نے اپنے ماننے والوں کو غیرمسلموں سے تعلقات قائم کرنے کی پوری اجازت دی ہے اور اس معاملے میں کوئی پابندی عائدنہیں کی ہے۔ غیر مسلم پڑوسیوں کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنے، ان کی ضرورتوں میں کام آنے، حتی کہ ان پر مال خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔غیرمسلموں کا پانی ، غذائی اشیاء، برتن ، کپڑے اور دیگر چیزیں بلاکراہت استعمال کی جاسکتی ہیں۔ان سے ملنا جلنا، ان کا اعزاز واکرام کرنا، انہیں مہمان بنانا،ان کی عیادت کرنا،ان کےجنازےمیں شریک ہونا، پسماندگان کی تعزیت کرنا، ان کامونکی مسلمانوں کو اجازت ہے۔غرض اسلام نے غیرمسلموں سےہرطرح کےسماجی اورانسانی تعلقات رکھنے کی اجازت دی ہے،صرف

چند معاملات کااستثناء ہے،مثلاً ان کا ذبیحہ مسلمانوں کےلیے حلال نہیں اور ان سے ازدواجی تعلقات رکھنا ممنوع ہے۔

دنیا بھر میں اسلام سے زیادہ روادار اور محبت واپنائیت کا پیغامبر کوئی مذہب نہیں،اسلام انسانیت کی عظمت کا علمبردار اورجملہ بنی نوعِ انسان کی عزت وتکریم کا داعی ہے۔ اسلام کی یہ خوبی ہے کہ وہ تمام مذاہب کو نہ صرف تسلیم کرتا ہے بلکہ اس کے ماننے والے اس پر ایمان بھی لاتے ہیں اور وہ کسی مذہب کو مسترد نہیں کرتے۔حضور ﷺ کا بقائے باہم اور بین المذاہب احترام پر کتنا یقین تھا اس کا اندازہ حلف الفضول کے قیام سے لگایا جاسکتا ہے جس کا مقصد مذہب، قبیلے اور حسب و نسب سے اوپر اٹھ کر کمزور طبقات کو ظلم سے بچانا تھا۔حلف الفضول کا تاریخی معاہدہ جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے نبوت سے قبل ایک تکثیری معاشرے ہی کے اندر رہ کر بڑھ چڑھ کر حصہ لیاتھایہ ایک ایسا معاہدہ تھا جس میں مشرکین، ملحدین اور موحدین سب نے ایک جٹ ہو کر برائی اور ناانصافی کے خلاف مشترکہ جدوجہد کرنے کا عہد باندھاتھا۔ اللہ کے رسولﷺ عہد رسالت میں بھی اس معاہدے کی بڑی قدر کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس طرح کا معاہدہ پھر کوئی ہو تو اس عنوان کی دعوت میں آپ اب بھی شریک ہونا چاہیں گے۔میثاق مدینہ ہم آہنگی اور مذہبی رواداری کی بہترین مثال ہے اس میں تمام لوگوں کو اپنے مذاہب پر عمل کرنے اور اپنے اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کا حق حاصل تھا۔کوئی مذہب نفرت اور تفرقہ کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ تمام مذاہب انسانیت کی تعمیر پر زور دیتے ہیں۔ جہاں بین المذاہب فاصلے کو کم کرنا ہے وہیں تکثیری سماج میں اپنے اپنے مذاہب پر عمل پیرا رہتے ہوئے کس طرح بہترین سماج کی تشکیل کرسکتے ہیں اس پر بھی غور و خوض کرنا ہے اور اس کے لئے راہ ہموار کرنا ہے۔

مختصراً یہ کہ نبی اکرم ﷺنے مکہ اور مدینہ کے تکثیری معاشرے میں غیرمسلموں کیساتھ جو رویہ اپنایا وہ واحد راستہ ہے جسے اپنا کر دنیا کے ہر شعبہ میں کامیابی اور کامرانی کی معراج کو چھوا جاسکتا ہےلیکن افسوس کہ رسول اللہﷺنے حسن اخلاق و کردار، حسن تعلیم و تربیت کی تلقین کی ہے،مگر مسلم معاشرہ اخلاق کی بنیادی چیزوں سےمحروم ہے۔ نبی اکرم ﷺنےفرمایا میں مکارم اخلاق کی تکمیل کےلیےمبعوث کیاگیا ہوں اس فرمان سے ظاہر ہوتاہے کہ اسلام کی نشر و اشاعت،دعوت وتبلغ کا فریضہ حسن اخلاق سے ہی مکمل ہوا ہے،ثمامہ اسلام کا بدترین دشمن تھا جس کو آپؐ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپؐ نے اسے بغیر سزا کے معاف کردیا۔ جس پر وہ مشرف بہ اسلام ہوگیا، اسی طرح اللہ کے رسول نے عکرمہ،صفوان بن امیہ اور ابوسفیان کےساتھ بھی حسن اخلاق کا برتاؤ کیاجواس بات کی شاہد ہےکہ آپؐ

کےحسن سلوک سے کئی مشرکین دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے کردا ر وعمل میں اسوہ رسول سے رہنمائی لیکروہ وسعت پیدا کریں جو نبی اکرم□کی ذات بابرکت کی خاصہ تھی۔

حواشی و حوالہ جات

1 الجاثیہ45:18
2 المائدہ51:5
3 المائدہ57:5
4 الممتحنہ60: 8
5 البخاری،ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل،الجامع الصحیح للبخاری/ الجامع المسندالمختصر من امور رسول اللہَ□ وسننہ وایامہ ، کراچی،قدیمی کتب خانہ، کتاب الجنائز، باب من قام لجناز ۃیہودی ،ج1،ص 175
6 السجستانی،ابی داؤدسلیمان بن اشعث،السنن لابی داؤد،کراچی،سعیدسنز ،کتاب الخراج،باب فی تعشیراہل الذمۃ اذااختلفوا بالتجارات، ج2،ص 77
7 بحوالہ بالا، الجامع الصحیح للبخاری،کتاب الایمان،باب فضل من استبرء لدینہ، ج1 ،ص 13
8 ایضاً،کتاب الایمان، باب اطعام الطعام من الاسلام ،ج1،ص6
9 ایضاً، کتاب الادب، باب الرفق فی الامر کلہ ،ج2،ص 890
10 عمری،مولانا سید جلال الدین ،غیرمسلموں سے تعلقات اور انکے حدود، اسلامی پبلشرز، دہلی،1998ء، ص136
11 بحوالہ بالا، الجامع الصحیح للبخاری،کتاب الجنائز،باب اذا اسلم الصبی فمات ھل یصلی علیہ وھل یعرض علی الصبی الاسلام،ج1،ص 181
12 الشیبانی، ابو عبداللہ احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، عالم الکتب، بیروت، باب أنس بن مالکؓ،ج3،ص152
13 المرغینانی،علی بن ابی بکر،الہدایہ فی شرح بدایۃ،داراحیاء التراث العربی،بیروت، کتاب الکراھیۃ،باب مسائل متفرقۃ،ج4،ص380
14 البلخی،نظام الدین ،الھندیۃ ،دارالفکر،بیروت،کتاب الکراہیۃ ،الباب الخامس عشر فی الکسب، ج5،ص348
15 ابویوسف، یعقوب بن إبراہیم،کتاب الخراج، المطبعۃالسلفیۃ،قاھرۃ،باب فی قتال أہل الشرک وأہل البغی وکیف یدعون، ص217
16 ایضاً،ص216
17 الصیداوي،ابن جمیع ،معجم الشیوخ،موقع جامع الاحادیث ،ج1،ص89
18 ترمذی ،محمد بن عیسیٰ بن سورہ ،الجامع للترمذی/ الجامع المختصرمن السنن عن رسول اللہَ□ و معرفۃ الصحیح والمعلول وما علیہ العمل،دار احیاء التراث العربی،بیروت، کتاب الاطعمہ، باب ما جاء ان المؤمن یاکل فی معی واحد،ج4،ص267
19 بحوالہ بالا، مسند احمد بن حنبل،ج3،ص211
20 ابن کثیر،اسماعیل بن عمرالقرشی،البدایۃوالنہایہ،ھجرللطباعۃوالنشرالجیزۃ،1988ء،قدوم وفدثقیف علی رسول اللہؐ،206/7

21 الصنعانی،عبد الرزاق بن ہمام،مصنف عبد الرزاق، المکتب الإسلامی، بیروت،کتاب أهل الکتابین، السلام علی أهل الشرک والدعاء لهم،ج10،ص392
22 حوالہ بالا،الجامع للترمذی،کتاب الولاء والهبۃ،باب فی حث النبی□ علی التهادی،ج4، ص441
23 بحوالہ بالا، الجامع الصحیح للبخاری،کتاب الهبۃ، باب المکافأة فی الهبۃ،ج1،ص 352
24 ایضاً،کتاب الہبۃ وفضلها،باب قبول الہدیۃ من المشرکین،ج1،ص 356
25 ایضاً،کتاب الہبۃ وفضلها،باب ہدیۃ مایکره لبسها،ج1،ص356
26 بحوالہ بالا، الجامع للترمذی,کتاب السیر،باب ما جاء في قبول هدایا المشرکین،ج4،ص140
27 حوالہ بالا، الجامع الصحیح للبخاری،کتاب الہبۃ وفضلها،باب ہدیۃ مایکره لبسها،ج1، ص356
28 الزیلعی،عثمان بن علی بن محجن،تبیین الحقائق، المطبعۃ الکبری الامیریہ، قاہره، 1313ھ،ج6،ص228
29 ابن تیمیہ،احمد بن عبدالحلیم،اقتضاء الصراط المستقیم ،دارعالم الکتب، بیروت،ج2،ص5
30 البیهقی،أحمدبن الحسین،السنن الکبری،دائرة المعارف النظامیة،هند،کتاب الجزیۃ،باب کراہیۃالدخول علی أہل الذمۃ،ج9،ص234
31 ابن أبي شیبہ،عبد الله بن محمد،المصنف لابن أبی شیبہ،طبعۃ السلفیہ،قاہره،کتاب الأطعمۃ ما قالوا فیما یؤکل من طعام المجوس،ج8، ص87
32 بخاری،ڈاکٹرسیدعبدالغفار،غیرمسلموں سےاخلاقی اورسماجی تعلقات(سیرت طیبہ کی روشنی میں)،ہزاره اسلامیکس، جولائی۔دسمبر2014ء، جلد3، شماره2
33 بحوالہ بالا، السنن لابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی الخرص،ج2،ص128
34 الازدی الطحاوی،امام ابوجعفراحمد بن محمد ،شرح معانی الاثار،عالم الکتب،بیروت، ج 2، ص38
35 حوالہ بالا،الجامع الصحیح للبخاری،کتاب البیوع،باب شراءالإمام الحوائج بنفسه،ج1،ص281
36 تقی الدین،ابن دقیق العید،إحکام الأحکام شرح عمدة الأحکام ،موسسۃ الرسالۃ ،بیروت ،1372ھ، ج1،ص371
37 البقرۃ256:2
38 الانعام108:6
39 المائده82:5
40 بحوالہ بالا، مسند احمد بن حنبل،ج 5،ص411
41 المائده2:5
42 ابن عابدین،محمد أمین بن عمر، رد المحتارعلی الدرالمختار،سعیدسنز، کراچی،کتاب الوصایا ،ج6، ص655
43 بحوالہ بالا،السیرة النبویۃ لابن ہشام ،ذکر رؤیا عاتکہ بنت عبد المطلب،ص424
44 ابن ماجہ،محمد بن یزید القزوینی،سنن لابن ماجہ، قدیمی کتب خانہ،کراچی،کتاب الجهاد، باب وصیۃ الامام،ص 205